الجزء المفقود جعلی ہے

ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی
(شارح ترمذی، ابن ماجہ و شمائل ترمذی)

کچھ عرصہ قبل اہل بدعت نے اپنے عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نور میں سے ہیں کو ثابت کرنے کیلئے ''الجزء المفقود من المصنف'' کے نام سے عربی زبان میں ایک کتاب شائع کی پہلے یہ کتاب ڈاکٹر عیسیٰ الحمیری نے اپنی تحقیق و تخریج کے ساتھ دبئی سے شائع کی اور پھر اسی کتاب کو دوبارہ لاہور میں شائع کیا گیا۔

علماء اہلحدیث کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کا بروقت جائزہ لیا لیکن اہل بدعت کو یہ کب گوارہ ہوسکتی تھی اس کتاب نے تو ان کے اس اختراعی اور جعلی ''جزء'' کو جھوٹ ثابت کردیا ہے لہذا انہوں نے جعلی جزء کی کہانی کا بزعم خویش ''علمی محاسبہ کے نام پر جواب تحریر کیا جواب کیا ہے وشنام طرازی کا ایک نمونہ ہے جو لعن طعن سے لبریز ہے اصل موضوع کے متعلقہ تو شاید دس فیصد بھی بحث نہ ہوا البتہ موضوع سے غیر متعلقہ باتوں کی خوب بھرتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جعلی جزء پر اٹھائے گئے اعتراضات کا دفاع کم ہے اور خبث باطن کا اظہار زیادہ ہے آخر وہ اعتراضات کا جواب دیتے بھی کہاں جھوٹ جھوٹ ہی رہتا ہے پروپیگنڈہ اور ملمع سازی سے وہ سچ نہیں بن جاتا۔

راقم الحروف نے محاسبہ کے سرسری مطالعہ کے بعد یہ تجزیہ کیا کہ اس کتاب میں نہ علم ہے اور نہ محاسبہ ہے اس جیسی تحریر کی حامل کتاب کو نظر انداز کرنا ہی اس کا حل ہوتا ہے تاہم پھر سوچا اگر اس محاسبہ پر محاسبہ نہ کیا گیا تو اہل بدعت بغلیں بجائیں گے کہ الجزء المفقود صحیح ہے ہم نے معترضین کے اعتراضات کا جواب دے دیا ہے جس سے یہ لوگ حقائق کو چھپا کر باطل کی ترجمانی کریں گے اور جعلی جزء کی درست ہونے کی سند بنالیں گے۔ بس اسی خیال سے اس جعلی جزء کے صرف موضوع کے متعلقہ باتوں پر اظہار خیال کیا جارہا ہے ورنہ کتاب کی علمی سطحیت اتنی نامعقول ہے جو اس لائق ہے کہ اسے نظر انداز کیا جاتا۔

الجزء المفقود کی دستیابی

جزء کے جعلی ہونے کی اولیں شہادت تو اس کی دستیابی کی کہانی ہے جو اس جزء کے موجد اور مخترع ڈاکٹر حمیری نے کچھ اس طرح بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جزء کی تلاش کے لئے یمن اور ترکی کے بڑے بڑے مخطوطات کے مراکز ٹٹولے لیکن یہ کہیں سے دستیاب نہ ہوسکا بالآخر ہندوستان کے ایک صوفی امین برکاتی سے یہ جزء مل گیا (مقدمہ

الجزءالمفقود ص ۷)اس پر ہم نے اعتراض کیا کہ برکاتی صاحب کی شخصیت اوران کے مسکن کو مجہول کیوں رکھا گیا؟ ہندوستان ایک بڑا ملک ہے بتایئے ہندوستان کی وہ کس جگہ سے ملا ہے تو چاہئے تو یہ تھا کہ محاسبہ والے برکاتی کا پورا تعارف کرواتے اور جگہ کا تعین کرتے کہ وہ فلاں صوبہ کے فلاں ضلع اور ضلع کے فلاں مقام پر رہتے ہیں مگر چونکہ ان کی مصلحت اسی میں ہے کہ اس کو مجہول رکھا جائے اور تعارف نہ کرایا جائے تاکہ حقیقت نہ کھل جائے

الجزءکی دستیابی اورمحاسبہ

چنانچہ اس اعتراض سے بچنے کے لئے محاسبہ لکھنے والوں نے اس کی دستیابی کی داستان ہی تبدیل کردی حمیری صاحب کے دعوی کے برعکس انہوں نے اس جزء کی دستیابی کا مقام ہندوستان کے بجائے افغانستان بتایا چنانچہ محاسبہ کا مؤلف جو رضاخانی مذہب کا داعی اور مبلغ ہے لکھتا ہے ابھی حال ہی میں الجزء المفقود کا مخطوطہ افغانستان سے دستیاب ہوگیا جو پہلے دوبئی سے شائع ہوا پھر پاکستان لاہور سے شائع ہوا(محاسبہ ص ۸۳)

رضاخانی پارٹی کے ایک اہم رکن اور شیخ الحدیث عبدالحکیم شرف قادری صاحب جنہوں نے الجزء المفقود پر مقدمہ لکھا ہے انہوں نے اپنے مقدمہ میں ڈاکٹر حمیری سے اتفاق کرتے ہوئے ان کے الفاظ دہرائے تھے کہ یہ نسخہ ہندوستان سے برکاتی صاحب سے ملا(مقدمہ الجزءالمفقود)

لیکن اسی قادری نے جب محاسبہ پر تقریظ رقم فرمائی تو اپنی پہلی تحریر بھول گئے یا اسے عمداً ترک کر کے یہ لکھا کہ مصنف کا حصہ جومفقود تھا وہ دبئی کے ڈاکٹر عیسی الحمیر ی کوایک افغانی تاجر سے میسر آگیا(محاسبہ ۱۰)

اب آپ ان دونوں بیانوں کوملاحظہ کریں یہ آپس میں بالکل مختلف ہیں پہلے فرمایا یہ جزء برکاتی ہندوستانی سے ملا اور بعد میں فرمایا ایک افغانی تاجر سے ملا یہ نسیان نہیں بلکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے کے مترادف ہے انہوں نے ایک جھوٹ سے بچنے کیلئے دوسرا جھوٹ بول دیا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس افغانی تاجر کوبھی مجہول رکھا گیا ہے تاکہ اس تک بھی رسائی نہ ہوسکے۔

ایک تیسرے صاحب ڈاکٹر محمد ساقی ہیں جنہوں نے الجزء المفقود کا بزعم خویش ترجمہ لکھا ہے اوراسے بڑے خوبصورت انداز سے شائع کیا ہے وہ بھی فرماتے ہیں افغانستان سے مصنف کا کامل نسخہ دستیاب ہوگیا(الجزی المفقود مترجم ص ۷)

حدیث جابرخارج کردی گئی

اسی پارٹی کے رکن رکین ابوالحقائق ساقی ہیں جنہوں نے اس محاسبہ پر تقریظ لکھی وہ اس نسخہ کی دستیابی ہندوستان یا افغانستان کی بجائے فرماتے ہیں کہ مطبوع نسخہ سے حدیث جابر خارج کردی گئی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

انڈیا میں حبیب الرحمن دیوبندی نے مصنف کا جونسخہ شائع کیا تھا اس میں حدیث نور نہیں تھی شاید انہیں ملی نہیں یا اسے عقیدہ کے مخالف سمجھتے ہوئے انہوں نے خود خارج کردی تھی (محاسبہ ص ۲۵)

اسی طرح ڈاکٹر محمود ساقی ہیں جن کا ایک بیان اوپر گزر چکا ہے کہ یہ نسخہ افغانستان سے ملا ہے کے برعکس اپنی کتاب کے

دیباچہ میں لکھتے ہیں عبدالرزاق کی تالیف المصنف میں پوری حدیث نور خارج کردی گئی جس کو جابر نے روایت کیا (ابو سترجم ص ۷)

قابل توجہ! قارئین کرام الجزء المفقود کے ایک نسخہ کی دستیابی کے بارہ میں تین آراء سامنے آئی ہیں۔

اول یہ ہندوستان سے دستیاب ہوا۔ ثانی افغانستان سے ملا۔ ثالث مصنف کا یہ الگ جزء نہیں بلکہ المصنف سے حدیث جابر نکال دی گئی۔ اب تینوں آراء میں کونسی درست ہے کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جس کی بناپر ہم کہہ سکیں کہ فلاں رائے درست ہے اور باقی آراء غلط ہیں آخر اس ایک اکلوتے نسخہ کے بارہ میں اتنے تضادات کیوں ہیں؟ ان اراء کے حامل ابھی زندہ ہیں وہ آپس میں فیصلہ کرلیں کہ جھوٹا کون ہے اور سچا کون؟

حمیری پر عدم اعتماد

البتہ یہ بات تو واضح ہوگئی ہے کہ ہمارے پاکستانی رضاخانیوں نے افغانستان سے اس کی دستیابی کا دعوی کرکے یا ''المصنف'' سے حدیث جابر کے اخراج کا دعوی کرکے اس نسخہ کے موجد ڈاکٹر حمیری پر عدم اعتماد کیا ہے اور پھر اعتماد بھی اسی کے نسخہ پر کیا ہے جس پر عدم اعتماد کیا ہے اگر حمیری نے ہندوستان سے اس کی دستیابی کا دعوی کرکے درست کہا ہے تو ان رضاخانیوں نے کس بات کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولا اور اگر حمیری صاحب نے جھوٹ بولا ہے تو پھر اس جزء کا وجود ہی ختم ہوجاتا ہے کیونکہ ان تمام کا اعتماد حمیری کے نسخہ پر ہے حقیقت یہ ہے کہ جزء من گھڑت ہے جو نہ ہندوستان سے دستیاب ہوا ہے اور نہ افغانستان سے بلکہ یہ اس پارٹی نے اپنی طرف سے گھڑ کر اسے امام عبدالرزاق کی طرف منسوب کردیا ہے۔

نسخہ کی سند

مبتدعین نے اس کا ناسخ اسحاق بن عبدالرحمان سلیمانی کو قرار دیا ہے جسے دسویں صدی ہجری کا ظاہر کیا گیا ہے اس پر ہماری طرف سے چند اعتراضات تھے کہ ناسخ کون ہے ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ ناسخ نے اپنے مخطوطہ کو کس مخطوطہ سے لکھا ہے ناسخ سے لے کر امام عبدالرزاق تک سند موجود ہے ان اعترضات کا جواب دیا کہ تمہارا الجزء المفقود کی دستیابی پر واویلا کرنا یہ تمام معروف مکاتب اور کتب خانوں سے نہیں ملا وغیرہ صرف تمہاری دشمنی رسول پر مبنی ہے اس لئے کہ متعدد محدثین کی کتب مخطوطات اب دریافت ہورہے ہیں اور بیروت وغیرہ سے شائع ہورہے ہیں۔ (محاسہ ص ۸۷)

اہل بدعت کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اہل حدیث پر فتوی لگاتے نہیں تھکتے ہر وہ شخص جو ان کے عقائد جدیدہ کو نہیں مانتا وہ ان کے فتوی کی زد میں آ ہی جاتا ہے خواہ صحابہ کرام ہی کیوں نہ ہوں ان کا مخالف پر دشمنی رسول کا الزام لگانا ان کی فطرت کی عکاسی کرتا ہے محدثین کے مخطوطہ کا دریافت ہونا بجا ہے کیونکہ ہر نسخہ کے متعلق ضروری معلومات ہوتی ہیں کہ یہ کس مکتبہ میں موجود ہے اس کا سیریل نمبر کیا ہے اس کا ناسخ کون ہے اس کی سند کیا ہے مگر الجزء المفقود کی تمام چیزیں مفقود بلکہ معدوم ہیں یہ مخطوطہ کسی مکتبہ سے نہیں ملا بلکہ ایک مجہول شخص افغانی تاجر سے ملا ہے اس پر جس ناسخ کا نام لکھا ہے وہ صرف مجہول ہی نہیں بلکہ خیالی شخص

معلوم ہوتا ہے اگر اس شخص کا ان کو کوئی معمولی بھی تعارف ہوتا تو یہ اسے ضرور بیان کرتے نہ تاجر کا تعارف نہ نساخ کا تعارف ۔یہ دلیل ہے کہ تاجر بھی خیالی شخص ہے اور اس نسخے کا ناسخ بھی خیالی شخص ہے تو اس مصنوعی نسخہ کو محدثین کے ان مخطوطات پر قیاس کرنا جو سر بمہر ہیں سینہ زوری اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں پھر فرماتے ہیں پھر تمہارا اس مخطوطے کے ناسخ کی ثقاہت کو طلب کرنا بھی تمہاری علمی استعداد کو خوب واضح کرتا ہے (ص ۸۷)

تبصرہ .... راقم الحروف کی علمی استعداد ہے یا نہیں البتہ مؤلف محاسبہ کی علمی استعداد خوب واضح ہو جاتی ہے کہ جس امر پر شرق وغرب کے تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ خیر القرون کے بعد کے مجاہلین کی روایت قابل قبول نہیں موصوف اس اجماع سے بھی ناواقف ہیں خیر ان کو اصول حدیث سے کیا غرض؟ وہ تو ان کے خلاف ہی جاتے ہیں ان کو تو ایسے اصولوں کی ضرورت ہے جو ان کے بدعی عقائد کے موافق ہوں راقم الحروف نے لکھا تھا۔

''حالانکہ امام عبدالرزاق اور سلیمانی تک سات صدیوں سے زیادہ فاصلہ حائل ہے جس کے طے کرنے میں مسافروں کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں لیکن وہ طے نہیں ہوسکتا محدثین کے نزدیک جس سند میں صرف ایک راوی ساقط ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ سلیمانی سے لے کر امام عبدالرزاق تک ہوسکتا ہے بیس سے زائد واسطے منقطع ہوئے ہوں لہذا اس مفقود جزء کے باطل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔''

اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا ہے کہ الجز کے ناسخ نے اس کو کس مخطوطہ سے لکھا اور امام عبدالرزاق تک اس کی متصل سند ہو تمہاری خودساختہ شرائط ہیں۔ (محاسبہ ص ۸۷)

چاہئے تو یہ تھا کہ اس مخطوطہ کی متصل سند پیش کرتے لیکن وہ تو نہ کرسکے اس لئے کہ اس کی سند ہوتی تو پیش کرتے الٹا کہہ دیا یہ تمہاری خودساختہ شرائط ہیں حالانکہ یہ میری خودساختہ شرائط نہیں بلکہ علم حدیث کا ایک معروف اصول ہے جس کے تحت حدیث کا متصل السند ہونا پرکھا جاتا ہے اور جو متصل السند نہیں اسے رد کردیا جاتا ہے امام عبداللہ بن مبارک نے استاد اور شاگرد کے درمیان چند سالوں کے انقطاع کو مفاوز تنقطع بھاالا عناق فرمایا ہے (علل الصغیر ترمذی مترجم)

یہ ایک ایسا میدان ہے جسے عبور کرتے ہوئے سواریوں کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں تو جہاں سات صدیوں کی خلیج مائل ہو وہاں صورت حال کیا ہوگی۔ یقیناً گردن ٹوٹنا تو معمولی بات ہے ہڈیاں بھی باقی نہیں رہیں گی۔

غنیۃ الطالبین کا انکار

ایک طرف تو موصوف اس اختراعی جزء کو امام عبدالرزاق کی تصنیف قرار دینے پر مصر ہیں حالانکہ اس کی ادنی سی بھی دلیل نہیں رکھتے کہ جس سے اس جزء کو امام عبدالرزاق کی تصنیف ثابت کرسکیں۔ تو دوسری طرف شیخ عبدالقادر جیلانی کی معروف غنیۃ الطالبین کے بارہ میں اپنی کتاب محاسبہ میں فرماتے ''غنیۃ الطالبین ہمارے موقف کے مطابق حضرت جیلانیؒ کی نہیں (ص ۵۰)

ہمیں اپنے اس مقالہ میں اس سے بحث نہیں غنیۃ پیر صاحب کی کتاب ہے یا نہیں اگرچہ پیر صاحب کے بعد کے عام صوفیاء اس کتاب کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہاں اس سے ضرور بحث ہے کہ جن اصولوں کی بناء پر تم غنیۃ کی

پیر صاحب کی طرف کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہو اس سے کئی گنا زیادہ اصول واسباب ہیں جو الجزء المفقود امام عبدالرزاق کی تصنیف ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

حدیث اول پر بحث

راقم الحروف نے لکھا تھا اس مخطوطے کا آغاز ہی غلط ہے۔ مخطوطے کے پہلے صفحے پر مطبوع نسخہ میں اس کی ابتداء ایسے ہے عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن السائب بن یزید اس سند کے مطابق یہ نسخہ مجہول قرار پاتا ہے کیونکہ سائب بن زید نام کا کوئی صحابی نہیں بلکہ یہ نام اختراعی ہے (جعلی کہانی ص ۳۸)

محاسبہ والوں نے اس کا جواب دیا ہے کہ خدا کے لئے اتنا تو بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کے اسماء مبارکہ سے اس کو کس طرح واقفیت ہوگئی جو بڑے دھڑلے سے کہہ دیا کہ اس نام کا کوئی صحابی نہیں (محاسبہ ص ۸۸)

تبصرہ......... موصوف جوبات دلیل سے ثابت نہیں کر پاتے اسے زبان درازی اور نشتر زنی سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ لکھتے گوندلوی نے غلط کہا ہے اس نام کا فلاں صحابی ہے اور اس کا تذکرہ رجال کی فلاں کتاب میں موجود ہے لیکن ایسا کرنے کی بجائے طعن زنی پر اکتفاء کیا ہے جس مسئلہ میں ان کے پاس دلیل نہیں ہوتی وہاں طعن زنی ان کی دلیل ہوتی ہے

کتابت میں غلطی

موصوف لکھتے ہیں کتابت کی وجہ سے نسخہ کو مجہول و من گھڑت قرار دینا اس وہابی نام نہاد محدث کی جہالت کا ثبوت ہے اس لئے کہ کتابت کی غلطیاں تو کتب میں ہوتی رہتی ہیں۔ (محاسبہ ص ۸۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتابت میں غلطیاں ہوتی ہیں اس سے کوئی کتاب من گھڑت قرار نہیں پاتی لیکن غلطی کی تصحیح کے جو اصول ہیں اگر وہ مفقود ہوں تو بلاشبہ وہ غلطی نہیں بلکہ محرف یا خود ساختہ قرار پاتی ہے راقم الحروف نے سائب بن زید پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "زید کے غلط اور یزید کے درست ہونے کیلئے کسی مستند دلیل کی ضرورت تھی جو محقق (حمیری) نے ذکر نہیں کی بلکہ بلا دلیل زید کو یزید بنا دیا اب اگر زید غلط تھا تو اس کی تصحیح کیلئے جو اصول تھے اس کے مطابق تصحیح کرنی چاہئے تھی وہ یہ تھا کہ (حمیری صاحب کہتے) ہمارے پاس جو مخطوطہ ہے اس میں کاتب کی تصحیف ہے اس کے فلاں مخطوطہ میں سائب بن یزید ہے ثانیا اگر کوئی دوسرا مخطوطہ پاس نہ ہو تو ایسی صورت میں روایت جو اس مخطوطہ میں ہے اس کی تخریج کسی دوسری حدیث کی معتبر کتاب سے کر دی جاتی اور واضح کیا جاتا کہ فلاں کتاب میں یہ روایت اس سند سے ہے اس میں زید کے بجائے یزید ہے لیکن چونکہ یہ روایت خود گھڑی ہوئی ہے جس کا حدیث کی کسی کتاب میں پایا جانا محال ہے تو وہ تخریج حدیث کی کس کتاب سے کرتے ہیں۔ (جعلی کہانی۔ص:۳۹)

چونکہ پوری دنیا میں ان کے سوا کسی کے پاس اس کا ئنہ کوئی مخطوطہ ہے اور نہ یہ روایت حدیث کی کسی معتبر کتاب میں موجود

ہے۔کسی نسخہ یا تخریج کا حوالہ دیتے۔(جعلی کہانی:ص:۳۹)

شاگرد کا شیخ سے سماع

راقم الحروف نے اس جزء کے من گھڑت ہونے پر دوسری دلیل یہ پیش کی تھی کہ کسی نسخہ کے من گھڑت ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ کوئی راوی اس شیخ سے سماع اور تحدیث کی صراحت کے ساتھ روایت کرے جو اس کی ولادت سے پہلے یا سن تحمل سے پہلے فوت ہوگیا ہو اور اس پر ''تاریخ بغداد لکامل الکلفایہ الاعلان بالتوبیخ'' اور ''جامع لاخلاق الراوی'' سے متعدد ائمہ نقاد محدثین کے اقوال نقل کئے کہ وہ ائمہ فرماتے ہیں راوی کا صدق اور کذب جانچنے کے لئے اس کی تاریخ پیدائش اور جس سے وہ روایت کر رہا ہے کا سن وفات ملاحظہ کر و اس کا جواب دیتے ہوئے مؤلف محاسبہ لکھتے ہیں (گوندلوی کا یہ اصول) بھی اس کی جہالت کو واضح کر رہا ہے اور اس خود ساختہ اصول سے تو خود صحیح بخاری من گھڑت ثابت ہو جاتی ہے مثلاً بخاری میں چھ جگہ امام زہری کی عروہ بن زبیر سے سماع و تحدیث کی صراحت موجود ہے مگر ابن حجر کی تصریح کے مطابق امام زہری کے عروہ بن زبیر سے سماع تحدیث نہ ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔(محاسبہ ص ۸۹)

پھر دوسرے مقام پر حافظ ابن حجر کی تہذیب ص ۴۵۰ ج ۹ کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کی ہے

ولکن لا یثبت له السماع من عروة و ان کان قد سمع ممن هوا کبر منه غیر ان اهل الحدیث قد اتفقوا علی ذلک و اتفاقهم علی الشیء حجة.

ترجمہ یوں کیا ہے ''امام زہری کا حضرت عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں اور اگر چہ زہری نے عروہ بن زبیر سے بڑے راویوں سے سماع کیا ہے لیکن محدثین کا اتفاق ہے۔'' مگر بخاری میں اخبرنی یا حدثنی سے سماع کی تصریح کی وجہ سے کیا صحیح بخاری من گھڑت ثابت ہو جائے گی اس طرح متعدد مثالیں دیگر حدیث سے بھی پیش کی جا سکتی ہیں (محاسبہ ص ۷۲)

اللہ اکبر! ان لوگوں کی علم حدیث سے جہالت یا صحیح احادیث (جو ان کے عقیدہ اور عمل کے خلاف ہیں) کے قبول نہ کرنے پر تعجب آتا ہے ویسے تعجب کی کوئی بات بھی نہیں اس لئے کہ ان کا شیوہ ہی صحیح احادیث میں قدغن ڈالنا ہے ہاں تعجب اس پر ضرور ہے کہ یہ علم حدیث سے جاہل ہونے کے باوجود اس میں دخل اندازی سے نہیں چونکتے اور اس کے لئے ایسے حربے استعمال کرتے ہیں جن سے ذخیرہ حدیث مشکوک قرار پائے۔موصوف کی مذکورہ بالا تحریر اگر منکرین حدیث کے ہاتھ لگ جائے تو صحیحین پر جرح وقدح کے متلاشی کے لئے موصوف کی تحریر بڑا ہتھیار ثابت ہوگی جس کی بنا پر وہ دعوی کر سکیں کہ صحیح بخاری میں چھ حدیثیں ایسی ہیں جن سے امام زہری کذاب ٹھہرتے ہیں اس سے صرف امام زہری پر حرف نہیں آتا بلکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بلکہ ہر وہ حدیث کی کتاب جس میں بھی امام زہری نے حدثنی یا اخبرنی عروہ کہا ہے مکذوب ٹھہرے گی۔ جس سے حدیث کی تمام کتابیں مجموعہ اکاذیب بن جائیں گی کیونکہ ایسی سند تو حدیث کی تمام معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

اصل حقیقت

مؤلف محاسبہ نے اس بارہ میں جو لاف زنی کی ہے وہ ان کی جہالت کا نتیجہ ہے کاش کہ مؤلف حافظ ابن حجر کی مذکورہ عبارت کی تحقیق کرتے تو خبط سے بچ جاتے تہذیب میں جس جگہ یہ عبارت ہے وہاں کچھ جگہ خالی ہے جس سے واضح ہے کہ عبارت میں کچھ سقط ہوا ہے اس لئے تو جگہ خالی ہے ورنہ خالی جگہ کا کوئی تک نہیں بنتا ابن حجر کا یہ اپنا قول نہیں بلکہ وہ تو محض ناقل ہیں اصل میں یہ قول ابوحاتم کا ہے جسے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب المراسیل میں نقل کیا ہے اور اسی کتاب المراسیل سے حافظ ابن حجر نے مذکورہ قول نقل کیا ہے کتاب المراسیل میں یہ عبارت اس طرح ہے۔

قال ابی الزهری لم یسمع من ابان شیئا لا انه لم یدرکه قد ادرک من هو اکبر منه ولکن لا یثبت له السماع منه کما ان حبیب بن ابی ثابت لا یثبت له السماع من عروة بن زبیر و هو قد سمع ممن هو اکبر منه غیر ان اهل الحدیث قد اتفقوا علی ذلک و اتفاق اهل الحدیث علی شئی یکون حجة (کتاب المراسیل ص ۱۹۲)

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں میرے والد ابو حاتم نے فرمایا زہری نے ابان سے نہیں سنا اس لئے نہیں کہ انہوں نے ابان کو نہیں پایا انہوں نے ابان کو پایا ہے اور ابان سے جو بڑے ہیں ان کو بھی پایا ہے لیکن ان کا ابان سے سماع نہیں جیسا کہ حبیب بن ابی ثابت کا عروہ سے سماع نہیں حالانکہ حبیب نے اس سے بھی سنا ہے جو عروہ سے عمر میں بڑے تھے علاوہ اس کہ اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ (حبیب نے عروہ سے نہیں سنا) اور اہل حدیث کا کسی چیز پر اتفاق حجت ہوتا ہے۔

کتاب المراسیل کی یہی عبارت تہذیب میں ہے البتہ تہذیب میں **کما ان حبیب بن ابی ثابت لایثبت له السماع من عروةبن الزبیر** کا جملہ چھوٹ گیا ہے جس سے مفہوم ہی بدل گیا ہے صحیح مفہوم یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت کا عروہ سے سماع نہیں امام زہری کے عروہ سے سماع کی یہاں سرے سے کوئی بات نہیں

امام زہری کا بیان

امام زہری فرماتے ہیں۔

جالست اربعةمن قریش بحور ا سعید او عروة و عبید الله و ابا سلمه بن عبدالرحمن .(تذکرہ الحفاظ ص ۱۱۱ ج ۱)

میں نے قریش کے بڑے چار علماء سعید، عروہ، عبیداللہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ اجمعین کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ جالست باب مفاعلہ سے ہے جو مشارکت چاہتا ہے معنی یہ ہے کہ میں نے قریش کے ان چار بڑے علماء کی محبت اور مجالست اختیار کی۔ جن میں ایک عروہ بھی ہیں نیز امام زہری فرماتے ہیں میں نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے سامنے ایک حدیث بیان کی کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا تو خلیفہ عبدالملک نے مجھ سے عروہ بن زبیر کے بارہ میں دریافت کیا وہ کیسا ہے؟ (تاریخ دمشق ص ۲۳۹ ج ۵۸) امام زہری کے یہ بیان مؤلف محاسبہ کے تمام مفروضے پر پانی پھیر دیتے ہیں کہ امام زہری کی

عروہ سے ملاقات نہیں تعجب ہے امام زہری تو عروہ کے ساتھ اپنی مجالست کا دعویٰ کر رہے ہیں اور یہ علم حدیث سے نابلد کہہ رہا ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ امام زہری کی عروہ سے ملاقات نہیں راقم الحروف کہتا ہے اس بارہ میں تمام محدثین کے اتفاق کا دعویٰ تو اَمحل المحال ہے موصوف صرف کسی ایک محدث کا نام ہی بتادیں کہ اس نے کہا ہو کہ امام زہری نے عروہ سے نہیں سنا۔

ولن تفعلوا

امام ابونصر بخاری کا بیان

امام ابونصر بخاری مشہور جرح وتعدیل کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں امام زہری نے سہل بن سعد، انس بن مالک، سائب بن یزید، محمود بن ربیع، سنین ابا جمیلہ الصابئین اور عروہ بن زبیر اور دیگر بہت سے شیوخ سے سنا ہے (تاریخ دمشق ص ۲۳۱ ج ۵۸)

امام ابن معین اور روایت زہری عن عروہ:۔

امام ابن معین جو جرح وتعدیل میں امام المحدثین ہیں حتی کہ ان کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ جس حدیث کو ابن معین نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں۔ وہ فرماتے ہیں الزھری اثبت فی عروۃ من ھشام ابن عروۃ فی عروۃ (تاریخ دمشق ص ۲۵۱ ج ۵۸) زہری عروہ سے روایت کرنے میں ہشام بن عروہ سے اثبت ہیں؛ جس سے واضح ہے کہ امام ابن معین زہری کی روایت جب وہ عروہ سے کریں اس کو ان کے بیٹے ہشام کی روایت سے جب وہ اپنے باپ سے روایت کریں مقدم سمجھتے تھے حالانکہ ہشام ثقہ ثبت ہیں اگر بات ایسے ہوتی جس طرح کہ محاسبہ والوں کا خیال ہے کہ زہری نے عروہ سے نہیں سنا تو امام ابن معین کبھی زہری کو ہشام سے عروہ سے روایت کرنے میں اثبت قرار نہ دیتے جس سے واضح ہے کہ ان حضرات نے امام زہری کے عروہ سے عدم سماع کے بارہ میں جو کہا ہے وہ بالکل لغو اور باطل ہے جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

امام بخاری کی شرط

ائمہ محدثین نے الصحیح میں امام بخاری کی شروط ذکر کی ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی ذکر کی ہے:

یکون اسنادہ متصلۃ غیر مقطوع (شروط الائمۃ الستہ للمقدسی ص ۴) سند متصل ہو منقطع نہ ہو اس لئے کہ صحیح حدیث کے لئے یہ شرط کہ اماالحدیث الصحیح فھو الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ (اختصار علوم الحدیث ص ۷ لابن کثیر) صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جو مسند ہو اس کی سند متصل ہو۔ حافظ ابن حجر ناقل ہیں کہ شرط البخاری ان یخرج الحدیث المتفق علی ثقۃ تقلتہ الی الصحابی المشھور من غیر اختلاف بین الثقات الاثبات ویکون اسنادہ متصلۃ غیر مقطوع (ھدی الساری ص ۹)

اور یہی شرط ابوبکر الحازمی نے شروط الائمۃ الخمسۃ کے ابتداء میں ذکر کی ہے جس کا معنی ہے کہ امام بخاری نے الصحیح میں حدیث ذکر کرنے کے لئے صحت کی شرط لازمی قرار دی ہے اور سند متصل کے بغیر کوئی حدیث صحیح نہیں کہلا سکتی اگر موصوف کا دعویٰ صحیح تسلیم کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ امام بخاری نے جو صحیح کی شرط لگائی تھی وہ پوری نہیں کی جس کا واضح مفہوم ہے کہ صحیح

بخاری صحیح نہیں۔فانا للہ۔لہٰذا موصوف نے امام زہری عروہ سے عدم سماع کا جو عذر پیش کیا ہے وہ ان کی واضح جہالت کا ثبوت اور کتب حدیث پر نادانستہ طور پر زبردست طعن ہے۔

متعدد مثالیں

موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ شاگرد کا اپنے شیخ سے سماع نہ ہو وہ تب بھی کہے کہ مجھے میرے شیخ نے خبر دی اس طرح کی متعدد مثالیں دیگر کتب حدیث سے بھی پیش کی جاسکتی ہیں (محاسبہ ص ۷۲ مفہوما)

تبصرہ:...... نرا جھوٹ ہے متعدد مثالیں تو کیا صرف ایک مثال ہی پیش کرو کہ شاگرد کا اپنے شیخ سے سماع نہ ہو اور وہ شیخ کی وفات کی بعد پیدا ہوا ہو اور پھر اس نے کہا ہو کہ میں نے اپنے استاذ سے سنا ہے یا اس نے مجھے خبر دی ہے تو محدثین نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہو ہاں ایسے راوی ضرور ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے شیخ سے ملاقات نہ ہونے کے باوجود کہا ہے کہ مجھ سے فلاں نے بیان کیا ہے جیسا کہ ابوالخطاب ہے لیکن محدثین نے اسے کذاب کہا ہے اور اس کی روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے یہی موقف ہمارا ہے کہ حمیری ابن جریج کی براء سے زہری کی عقبہ رضی اللہ عنہ سے ابوعبدالرزاق کی زہری سے جو روایتیں سماع کی تصریح سے بیان کی ہیں وہ اس مخطوطہ کے من گھڑت ہونے کی واضح دلیل ہیں جس کا تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔

تعارض

اس جعلی جزء میں نورانیت کے ثبوت میں دو روائتیں ہیں ایک تو پہلی روایت ہے جو سائب بن زید کی طرف منسوب ہے اور دوسری نمبر ۸ پر جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے دونوں میں تعارض ہے سائب کی روایت اس طرح شروع ہوتی ہے۔**ان اللہ خلق شجرۃ ولھا اربعۃ اغصان فسماھا شجرۃ الیقین ثم خلق نور محمد** . اور دوسری روایت اس طرح ہے۔**سالت رسول اللہ عن اول شئی خلقہ اللہ فقال ھو نور نبیک یا جابر خلقہ ثم خلق فیہ کل شئی** .

پہلی روایت یہ بتاتی ہے کہ سب سے پہلے ایک درخت پیدا ہوا تھا اور اس کے بعد نور محمد کی تخلیق ہوئی جبکہ دوسری روایت بتاتی ہے نور محمد کی تخلیق تمام اشیاء سے پہلے ہوئی (جعلی جزء:۴۵)

محاسبہ والوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ گوندلوی کا الجزء المفقود کی بعض روایات کے متن سے تقدیم و تاخیر سے تعارض بیان کر کے اس کو من گھڑت قرار دینا بھی باطل و مردود ہے اس لئے کہ تقدیم و تاخیر تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے **واسجدی وارکعی** کی صورت میں اس کی مثال موجود ہے جس روایت میں درخت کی پیدائش کا ذکر پہلے موجود ہے دوسری میں نور محمدی کا تو دوسرے دلائل سے اسی طرح تقدیم و تاخیر مراد لی جاسکتی ہے (محاسبہ ۹۰)

ہمیں موصوف کا یہ جواب پڑھ کر یقین ہو گیا ہے کہ موصوف کے مقرظین نے جو ان کے اعلیٰ علمی اوصاف گردانے ہیں وہ محض جھوٹ ہے کجا **واسجدی وارکعی** اور کجا **ثم خلق نور محمد** . واسجدی وارکعی میں حرف واؤ ہے اور نور کی روایت میں ثم کا حرف ہے واؤ اور ثم میں بہت فرق ہے۔حرف واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے **اجمع النحو یون من**

البصريين و الکوفيين على ان الواو للجمع من غير ترتيب (شرح قطر الندیٰ ص ۴۲۸)''بصرہ اور کوفہ کے تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ حرف واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے ترتیب کے لئے نہیں۔'' جبکہ حرف ثم ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے امام النحاۃ ابن ہشام فرماتے ہیں ثم للترتيب و التراخی ''ثم کا حرف ترتیب کے لئے آتا ہے۔'' اس کی شرح میں ہے جب کہا جائے جاء زید ثم عمرو تو اس کا معنی یہ ہوگا پہلے زید آیا پھر اس کے بعد عمرو آیا (شرح قطر الندیٰ ص ۴۳۰) تو آیت کا یہ ترجمہ ہوا کہ تو رکوع اور سجدہ کر یعنی یہ دونوں کام کرو۔ تو اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ پہلے سجدہ کرو پھر رکوع کرو بلکہ صرف اتنا حکم ہے کہ رکوع اور سجدہ کرو ترتیب کا اس میں کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن تمہاری دونوں خود ساختہ روایتوں میں حرف ''ثم'' آیا ہے جو ترتیب کا تقاضا کرتا ہے تو یاد رہے کہ نحو کے اس متفقہ اصول کے مطابق تمہاری ان دونوں راویتوں میں تقدیم و تاخیر کا مسئلہ نہیں بلکہ پہلی روایت میں واضح الفاظ ہیں کہ پہلے درخت پیدا ہوا پھر نور محمد پیدا ہوا جبکہ دوسری راویت میں ہے کہ پہلے تیرے نبی کا نور پیدا ہوا پھر دوسری اشیاء پیدا ہوئیں۔ یہ ایسا تعارض ہے جو کسی صورت رفع نہیں ہوتا اور فقہ حنفی کا اصول ہے کہ اذا تعارضا تساقطا (نور الانوار ص ۱۹۰) ان کے اپنے اس اصول کی بنا پر یہ دونوں روایتیں قابل عمل نہیں ٹھہرتیں اب یا تو اپنی فقہ شریف کو خیر باد کہہ دیں یا پھر اپنے جدید عقیدہ کی اکلوتی نص کو؟

تمام مخلوق کی تخلیق

راقم نے لکھا تھا روایت جابر کا متن پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ تمام مخلوقات رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی ہیں۔ دوسری روایت بتاتی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر تمام کفار بھی رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں (جعلی جزء ص ۴۵) اس کا موصوف نے یہ جواب دیا ہے کسی بھی آیت یا حدیث کا مفہوم دوسرے دلائل سے واضح کیا جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ نور السموات و الارض تو کیا اب زمین و آسمان کے نور ہونے کا دعویٰ کر دیا گیا جب ان کا نور رب تعالیٰ ہے تو یہ خود نور کیوں نہیں نور محمدی سے ساری مخلوق کی تخلیق فقط فیض ہے (محاسبہ ص ۹۱)

تبصرہ .... اعتراض یہ تھا کہ یہ دونوں روایتیں بتائی ہیں کہ یہود و نصاریٰ حتیٰ کہ کفار بھی نبی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ موصوف ان دونوں روایتوں کے مفہوم کی تائید کرتے الٹا کہہ دیا کہ کسی حدیث کا مفہوم دوسرے دلائل سے واضح ہوتا ہے ہمیں تسلیم ہے کہ اگر روایت مجمل ہو تو اس کی تفصیل کسی کی دوسری مفصل حدیث سے کی جاتی ہے لیکن یہ روایتیں تو مجمل نہیں بلکہ اتنی مفصل ہیں کہ ان کے بعد کسی مزید تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر تمہارے نزدیک یہ دونوں روایتیں مجمل ہیں تو پھر ان کی تفصیل اسی اصول کے تحت جسے تم نے خود لکھا ہے دوسرے دلائل سے کرو۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسی احادیث لاتے جو ان روایتوں کی تفصیل کرتیں تا کہ ابہام باقی نہ رہتا لیکن کوئی دوسرے دلائل ذکر نہیں کئے جن سے ان روایات کی تفصیل ہو جاتی کیا صرف اصول لکھنا ہی کافی ہے یا اس کو بطور مثال استعمال میں لانا چاہئے وہ تفصیل مہیا کہاں سے کرتے جبکہ اس بارہ میں کوئی اور روایت ہے ہی نہیں پھر ان دونوں روایتوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں جن کا معنی یہ ہو کہ تمام اشیاء نور محمد سے نہیں فقط آپ کے فیض سے پیدا ہوئی ہیں راقم نے اس لئے کہا تھا کہ اس جزء کی اشاعت کرنے والوں کو اب

حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی بشریت کا انکار کر کے نور ہونے کا اعلان کر دیں کیونکہ وہ بھی آخران روایات کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں (جعلی کہانی ص ۴۵)

موصوف نے ساری مخلوق کا رسول اللہ ﷺ کے فیض سے پیدا ہونے کا اقرار کر کے ان دونوں روایتوں کے مضمون اور مفہوم کا انکار کیا ہے کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں فیض کی نہیں بلکہ نور کی بات ہے کجا نور اور کجا فیض پھر فیض سے پیدا ہونا بھی تو بے دلیل ہے جو قرآن کریم یا رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں بلکہ ان کا اپنا اختراعی عقیدہ ہے۔

بشر سے نور کا پیدا ہونا

راقم نے لکھا تھا ظاہر ہے نور سے بشر تو پیدا نہیں ہوتا (جعلی کہانی ص ۴۵) اس کا جواب یہ دیا ہے رسول اللہ ﷺ کی بشریت مبارکہ کا ہم نے کب انکار کیا ہے اور لباس بشری میں جلوہ گری فرمانا آپ کی نورانیت کے کب متضاد ہے دونوں چیزوں کا اثبات کتاب وسنت سے ثابت ہے (ص ۹۱)

تبصرہ ..... اعتراض یہ تھا کہ تم بھی اپنے نور ہونے کا اعلان کرو اسلئے کہ نور سے بشر پیدا نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ دینا کہ بشریت نور کے کب متضاد ہے بالکل بے معنی جواب ہے یا حسب اعتراض مؤلف محاسبہ کو اپنے بھی نور ہونے کا اقرار ہے باقی رہا بشر تخلیق میں نور سے بالکل برعکس ہے قرآن میں بشر کی تخلیق کا پورا خاکہ موجود ہے جبکہ فرشتے نور سے پیدا ہوتے ہیں تو ان کی تخلیق کا کوئی خاکہ موجود نہیں کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہیں پھر یہ عقیدہ بھی اہل بدعت کا ایجاد کردہ ہے کہ آپ نور مجسم ہیں لیکن بشری لباس میں آئے ہیں خیر القرون میں اس عقیدہ باطلہ کا کوئی ایک شخص بھی قائل نہ تھا بلکہ اس عقیدہ سے واقف بھی نہیں تھا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں اس عقیدہ کے ثبوت میں نص تو کجا اشارہ بھی موجود نہیں۔

رکاکۃ الالفاظ

راقم الحروف نے اپنے مقالہ میں ان دونوں روایتوں میں متن کے بارہ میں بڑی تفصیل سے بحث کی تھی اور ثابت کیا تھا کہ ان روایتوں کے الفاظ خود من گھڑت ہونے کی گواہی دیتے ہیں یہ روایتیں الفاظ اور معانی ہر اعتبار سے رکیک ہیں پھر ائمہ محدثین کے فیصلے نقل کیے گئے تھے کہ جو روایت رکیک الفاظ اور معانی پر مشتمل ہو وہ من گھڑت ہوتی ہے۔ (جعلی جزء کی کہانی ص ۴۶ و ۴۷)

اس کا موصوف سے کوئی جواب نہیں آیا صرف یہ فرمایا تمہارے گرو امیر یمانی نے توضیح الانظار میں تمہارے اس دعوے کو رد کر دیا ہے یعنی فقط الفاظ کی رکاکت کو (محاسبہ ص ۹۱)

حالانکہ میں نے لکھا تھا ان روایات میں جیسے الفاظ رکاکت کی کثرت ہے معنی میں وہ رکاکت اس سے بھی کئی گنا زیادہ موجود ہے (جعلی جزء ص ۴۶) مؤلف محاسبہ نے ان روایات میں الفاظ اور معانی کی رکاکت کا انکار نہیں کیا تو اصولاً جس روایت میں رکاکت پائی جائے وہ من گھڑت ہوتی ہے جس سے ان دونوں روایتوں کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

قرآن وحدیث سے تعارض

راقم الحروف نے ان روایتوں کے بارہ میں کہا تھا کہ یہ دونوں روایتیں صریحاً قرآن واحادیث متواترہ کے معارض ہیں ائمہ کرام نے موضوع روایت کی ایک علامت یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ روایت قرآن کریم اور سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہوگی قرآن کریم کی متعدد نصوص احادیث متواترہ اور خیر القرون کے تمام مسلمانوں کا اجماع اسی پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بشر ہیں اور اولاد آدم میں سے ہیں۔ جس سے بـداهة واضح ہے۔ یہ دونوں روایتیں من گھڑت ہیں۔(جعلی کہانی:ص:۴۵)

اس کا موصوف نے یہ جواب دیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نورانیت کے عقیدہ کو باطل کہنا خود ان کا دعویٰ باطل ومردود ہے۔ اس لیے کہ اس کے دلائل قرآن وسنت سے بے شمار ہیں۔(ص:۸۴)

تبصرہ ﷺ...... مگر افسوس! اس جگہ قرآن وحدیث سے کوئی ایک نص پیش نہ کر سکے، جس سے واضح ہوتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نور ہیں۔ اگر ان کے موقف پر کوئی دلیل ہوتی تو ضرور بیان کرتے۔ اس لیے کہ فقہ کا اصول ہے کہ عندالحاجت بیان مؤخر کرنا جائز نہیں۔ ہاں پھر اقرار کیا ہے کہ سرور کائنات کی بشریت کا انکار کفر ہے۔

البتہ پھر اپنے باطل عقیدہ کی حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عقیدہ نورانیت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بشر ہونے کے منافی قرار دینا گوندلوی کی جہالت اور حماقت ہے۔(ص:۸۴)

تبصرہ ﷺ...... طعن وتشنیع کے زور سے کوئی غلط موقف درست نہیں ہو جاتا اگر واقعتاً جنساً تو لدا بشریت نورانیت کے منافی نہیں تو اس کے حق میں دلائل پیش کرنے چاہیے تھے مگر دلائل ہوتے تو پیش کرتے۔ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی کہ نور کبھی بشریت کے روپ یا جامہ میں پیدا ہوا ہو یہ ان کا اختراعی عقیدہ ہے جو کتاب وسنت کے متعارض ہونے کے علاوہ فطرت کے بھی خلاف ہے۔ الغرض نور کے متعلقہ یہ دونوں روایتیں قرآن وحدیث کے معارض ہونے کی وجہ سے من گھڑت ہیں۔

صحابہ کرام اور عقیدہ نور

راقم نے خیر القرون کے تمام مسلمانوں کا اجماع نقل کیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بشر مانتے تھے، کوئی ایک بھی آپ کے نور ہونے کا قائل نہیں تھا تو موصوف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس کا نرا جھوٹ ہے اس لیے کہ صحابہ کرام وتابعین عظام کا عقیدہ نورانیت واولیت تو ضرور تھا مگر حضور کے مثل بشر ہونے کا عقیدہ کسی کا نہ تھا۔(ص:۸۴)

تبصرہ ﷺ...... اس پر بھی موصوف نے کوئی دلیل نہیں دی۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں موصوف کی دونوں باتیں کہ اولیت اور نورانیت صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عقیدہ تھا، غلط ہے اور صحابہ کرام وتابعین پر صریحاً الزام ہے۔ کوئی صحابی اور نامور تابعی بلکہ تبع تابعی جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہیں، میں سے کسی ایک کا بھی عقیدہ نہیں تھا جو تمہارا عقیدہ ہے۔

بشر مثلکم

قرآن کریم نے واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ ﴿قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی﴾ (الکہف)
اس آیت میں کوئی شک نہیں جو اس آیت کا انکار کرتا ہے یا اسے تعریض کے انداز میں پیش کرتا ہے وہ قرآن کے انکار کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی الزام دیتا ہے۔ کچھ عرصہ سے اہل بدعت بشر مثلکم کو اس انداز سے پیش کررہے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جنس کے لحاظ سے بشر مثلکم تسلیم کرنا بڑا غلط ہے۔ جس سے رسول اللہ بشر مثلکم کی تنقیص لازم آتی ہے۔ راقم کہتا ہے کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ خصائل وفضائل اور منصب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جیسے ہیں ہاں بشر ہونے کے لحاظ سے جیسا کہ تمام بشر آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آدم کی اولاد میں سے ہونے کے اعتبار سے جنساً دوسرے مردوں کی طرح ہیں۔ بشر کے علاوہ کسی اور جنس اور نوع سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہی حقیقت ہے جسے قران نے ﴿قل انما انا بشر﴾ اور حدیث نے ((انا بشر)) (متفق علیہ) کہہ کر بیان کیا ہے۔ پھر قل انما انا بشر مثلکم میں انما کلمہ حصر ہے۔ جس کا ایک معنی ہے کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ اس کا کوئی دوسرا معنی بن ہی نہیں سکتا اور فرمایا قل سبحان ربی هل کنتُ الا بشرا رسولا ۔ کہہ دو میرا رب پاک ہے میں تو صرف بشر رسول ہوں۔ آخر اس بارہ میں کتنی آیات کا انکار کروگے؟

حدیث نور اور کتب حدیث

راقم الحروف نے لکھا تھا کہ یہ روایت خود گھڑی ہوئی ہے جس کا حدیث کی کسی کتاب میں پایا جانا محال ہے۔ (جعلی کہانی۔ص:۳۹) موصوف نے اس پر کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا، جس میں باسندان کی یہ اختراعی روایت ہو، البتہ متاخرین حضرات کی چند کتابوں کے نام گنوائے ہیں، جن میں کوئی بھی مستقل باسند حدیث کی کتاب نہیں ہے اور غالباً کوئی بھی دسویں صدی ہجری سے پہلے کی نہیں لکھی ہوئی گویا کہ صاحب محاسبہ نے ہمارے اس دعویٰ کی عملاً تائید کردی ہے کہ یہ روایت حدیث کی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں ''فانه لا یوجد الیوم روایة یعتمد علیها غیر مدونه '' آج کے دن کوئی روایت نہیں جس پر اعتماد کیا جائے اور وہ حدیث کی کتب میں مدون نہ ہو۔ (حجۃ اللہ۔ص:۱۱۳/ج:۱) لہٰذا اس کے من گھڑت ہونے کی یہ دلیل ہی کافی ہے کہ حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔

محدث روپڑی اور حدیث جابر

صاحب محاسبہ لکھتے ہیں وہابی محدث عبداللہ روپڑی نے فتاویٰ اہل حدیث میں بھی مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے اس حدیث مبارک کو بیان کیا ہے۔ (محاسبہ۔ص:۶۰)
تبصرہ﴾...... محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا لکھنوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انھوں نے کہا کہ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں۔ (فتاویٰ اہل حدیث۔ص:۲۰۲/ج:۱)
یہ الفاظ مولانا لکھنوی کے ہیں محدث روپڑی تو صرف ناقل ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مصنف سے یہ

حدیث خود نہیں دیکھی پھر صاحب محاسبہ کا کہنا ہے محدث روپڑی نے اس حدیث کو مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کیا ہے جھوٹ ہے۔اس لیے کہ انہوں نے المصنف کا نام نہیں لیا بلکہ یہ کہا ہے کہ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں ذکر کی ہے۔ حالانکہ امام عبدالرزاق کی صرف المصنف تصنیف نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی کتب ہیں' جن میں چند ایک کا ذکر الجزء المفقود کے موجد و مخترع حمیری صاحب نے بھی کیا ہے۔فرماتے ہیں علماء نے امام عبدالرزاق کی بہت سی کتب ذکر کی ہیں (۱) السنن فی الفقہ (۲) المغازی (۳) تفسیر القرآن۔البتہ امام موصوف کی تالیفات میں الجزء المفقود کا کسی ایک مورخ نے ذکر نہیں کیا اس کا پہلی بار تذکرہ حمیری صاحب کے حوالہ سے سننے میں آیا ہے۔الغرض یہ کہنا محدث روپڑی نے المصنف کے حوالہ سے یہ حدیث جابر ذکر کی ہے۔محض جھوٹ ہے۔

بددیانتی

صاحب محاسبہ نے تو یہ لکھ دیا کہ محدث روپڑی نے مصنف کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔مگر محدث روپڑی نے اس روایت پر جو حکم لگایا ہے اسے شیر مادر سمجھ کر ڈکار گئے۔محدث روپڑی اس روایت کے بارہ میں لکھتے ہیں مولانا عبدالحئی نے الا ثار المرفوعہ کے صفحہ ۳۷ میں بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق موضوع اور جھوٹ ہے۔تاریخ ابن کثیر کا بھی حوالہ دیا ہے کہ اس میں ابن تیمیہ کی بات کو نقل کر کے قائم رکھا ہے۔گویا وہ بھی اس میں متفق ہیں کہ یہ حدیث بالاتفاق موضوع ہے۔(فتاویٰ اہل حدیث۔ص:۲۰۲/ ج:۱)

جو شخص ایسی من گھڑت روایت کی نسبت امام عبدالرزاق اور صحابی رسول جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنے میں نہیں چونکتے وہ محدث روپڑی پر جھوٹ باندھنے سے کب چونکیں گے۔

جامعہ سلفیہ کے طالب علم حافظ محمد عرفان کا اعزاز

تمام جماعتی اور علمی حلقوں کو جان کر خوشی ہوگی کہ جامعہ سلفیہ کے ایک طالب علم حافظ محمد عرفان ولد عبدالشکور نے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم۔اے عربی میں 801/1000 نمبر لے کر اول پوزیشن حاصل کی اور گولڈ میڈل کے حقدار قرار پائے۔موصوف نے اس سے پہلے میٹرک' ایف۔اے' اور بی۔اے کے امتحانات میں بھی نمایاں نمبر حاصل کیے تھے۔جس کی مکمل کفالت جامعہ نے کی۔ہم اس عظیم الشان کامیابی پر حافظ محمد عرفان کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت اور توفیق دے کہ وہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھیں اور کامیابی و کامرانی حاصل کر کے اپنا اور ادارے کا نام روشن کریں۔اس موقعہ پر ہم ان کے والدین اور ادارہ جامعہ کے صدر میاں نعیم الرحمن اور صوفی احمد دین کو بھی ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں جن کی خصوصی شفقت سے طالب علم نے یہ اعزاز حاصل کیا۔